40

جلسہ سالانہ پر یہ ارادہ لے کر آؤ کہ تم نے جلسے کی برکات حاصل کرنی ہیں

مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے مکانات اور اپنی خدمات پیش کرو

(فرمودہ 19 دسمبر 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''میری طبیعت چونکہ کمزور ہے خصوصاً کل یکدم سردی پڑنے کی وجہ سے میرے دل اور اعضاء پر اس کا اثر پڑا ہے اس لئے میں زیادہ لمبا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ مختصراً میں جماعت کو آنے والے جلسہ کے متعلق جو اگلے جمعہ سے شروع ہو جائے گا توجہ دلاتا ہوں کہ احباب زیادہ سے زیادہ مکان مہمانوں کی رہائش کے لئے دیں اور زیادہ سے زیادہ دوست مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ آج سے پہلے ہم مکانوں کا نام نہیں لے سکتے تھے کیونکہ پہلے یہاں مکانات نہیں تھے۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں مکانات بن چکے ہیں۔ پس احباب کو جلسہ سالانہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مکانات دینے چاہئیں اور زیادہ سے زیادہ اپنی خدمات پیش کرنی چاہئیں۔ ابھی ربوہ کی آبادی بہت کم ہے اور اگرچہ مہمان اتنے زیادہ نہیں آتے جتنے

قادیان میں آخری دو جلسوں میں آئے تھے۔ لیکن اِن کی تعداد اَب بہت حد تک اُن کے قریب پہنچ گئی ہے۔ کچھ تو اِس وجہ سے کہ تقسیمِ ملک کی وجہ سے جو مصائب جماعت پر اور دوسرے لوگوں پر آئے اُن کی وجہ سے لوگ ایک حد تک بیدار ہو گئے ہیں۔ اور کچھ اس لئے کہ ربوہ ایسے مقام پر واقع ہے جہاں سے ریل بھی گزرتی ہے اور لاریاں بھی خوب گزرتی ہیں۔ مجھ سے کسی نے بیان کیا تھا کہ صرف ایک طرف کی سَو لاریاں روزانہ ربوہ سے گزرتی ہیں۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ ہر روز ربوہ کے پاس سے اڑھائی تین ہزار سَواریاں گزر جاتی ہیں۔ ان مسافروں میں سے کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم منزلِ مقصود پر آسانی سے پہنچ جائیں گے۔ چلو ایک آدھ دن کے لئے یہاں ٹھہر جائیں اور وہ یہاں اُتر جاتے ہیں۔ قادیان میں یہ سہولت میسر نہیں تھی۔ قادیان رستہ چھوڑ کر واقع تھا۔ کوئی پختہ سڑک نہیں تھی جو شہر کے پاس سے گزرتی ہو۔ اس لئے لاریوں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں ریل قادیان جاتی تھی لیکن وہ بھی وہیں ختم ہو جاتی تھی۔ آگے نہیں جاتی تھی۔ اس لئے وہاں وہی لوگ جاتے تھے جو ارادۃً قادیان جانے کے لئے گھروں سے روانہ ہوتے تھے۔ لیکن یہاں ریل آتی ہے اور پھر یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ آگے گزر جاتی ہے۔ اور اس طرح دونوں طرف کی سواریاں یہاں سے گزرتی ہیں۔ اور پھر سرگودھا اور لائل پور کے تعلق کی وجہ سے لاریاں اِتنی گزرتی ہیں کہ جلسہ دیکھنے کی خواہش رکھنے والے مسافروں کو کچھ دیر یہاں ٹھہرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

بہرحال ربوہ آبادی کے لحاظ سے ابھی قادیان سے بہت چھوٹا ہے۔ قادیان کی آبادی پندرہ ہزار کے قریب تھی۔ لیکن ربوہ کی آبادی ابھی ساڑھے تین ہزار یا پونے چار ہزار نفوس پر مشتمل ہے گو جلد جلد بڑھ رہی ہے۔ گویا ربوہ کی آبادی ابھی قادیان کی آبادی کا ایک چوتھائی ہے اور جلسہ پر آنے والوں کی تعداد قادیان میں آنے والوں کی نسبت 70، 80 فیصدی تک پہنچ چکی ہے۔ گویا جن مہمانوں کی خدمت پہلے سو آدمیوں کو کرنی پڑتی تھی اب ان کے 70، 80 فیصدی مہمانوں کی خدمت 25 آدمیوں کو کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اب پہلے کی نسبت زیادہ محنت اور توجہ کی ضرورت ہے۔

میں باہر سے آنے والوں کو بھی اِس طرف توجہ دلاتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ جلسہ سالانہ پر نہ آئیں۔ وہ جلسہ سالانہ پر آئیں اور خوب آئیں۔ اور غیر از جماعت دوستوں کو اپنے ساتھ لائیں۔

لیکن میں اُن سے اِتنا ضرور کہوں گا کہ کچھ عرصہ سے جلسہ پر آنے والوں میں یہ میلان پیدا ہو گیا ہے کہ جلسہ کا نام آرام، سہولت اور مہمان نوازی رکھ لیا گیا ہے۔ بہت سے لوگ جلسہ سالانہ پر آ کر بھی اس کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ وہ جلسہ دیکھنے آتے ہیں جلسہ سننے نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کو میں کہوں گا کہ وہ یہاں تقاریر نہ سن کر گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں آ کر تقاریر نہیں سننی تو بہتر ہے کہ وہ یہاں نہ آئیں۔ اور اس طرح وہ غیر از جماعت افراد جو اُن کے ساتھ آئیں۔ اگر وہ جلسہ کی تقاریر سننے کے لئے تیار نہیں یا جو انہیں ساتھ لاتے ہیں وہ انہیں جلسہ میں بٹھانے پر قادر نہیں تو میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اُن کا میلہ کے رنگ میں یہاں آنا انہیں خود بھی گنہگار بناتا ہے اور دوسرے سینکڑوں اور ہزاروں لوگ جو انہیں دیکھتے ہیں وہ بھی ان کی وجہ سے گنہگار بنتے ہیں۔ وہ انہیں دیکھ کر اُن کی سی حرکات کرنے لگ جاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے۔ اگر محلّہ میں ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تو اُسے دیکھ کر دو چار اَور بچے بھی ایسے نکل آتے ہیں جو نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی بچہ کو ماں کہتی ہے کہ تم نماز پڑھا کرو تو وہ کہتا ہے تم مجھے نماز کے لئے کہتی ہو فلاں شخص بھی نماز نہیں پڑھتا۔ اس لئے اگر میں نے نماز نہ پڑھی تو کیا ہوا۔ پھر جب دو تین بچے سست ہو جاتے ہیں تو پانچ سات اَور ایسے ہو جاتے ہیں جو اُن کی نقل میں نماز پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ مائیں ڈانٹتی ہیں تو وہ کہتے ہیں سارا محلّہ نماز نہیں پڑھتا میرا کیا ہے۔ اگرچہ محلّہ میں صرف پانچ سات اشخاص ہی ایسے ہوتے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے لیکن وہ کہتے یہی ہیں کہ سارا محلّہ نماز نہیں پڑھتا۔ اِس طرح آہستہ آہستہ نماز کی عادت کم ہو جاتی ہے۔

یہی حال رسم و رواج کا ہے۔ آخر جب تک سگریٹ نہیں نکلا تھا لوگ اس کے بغیر گزارہ کرتے تھے۔ لیکن اب جس کو بھی کہا جاتا ہے کہ تم سگریٹ نہ پیؤ تو وہ بہانے بناتا ہے لیکن سگریٹ پینا ترک نہیں کرتا۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ دوسروں کو سگریٹ پیتے دیکھتے ہیں تو انہیں بھی سگریٹ پینے کا شوق آتا ہے اور وہ شوق میں سگریٹ پینا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں نے اور میر محمد اسحٰق صاحب نے حضرت اماں جان کو گھر میں حُقہ پیتے دیکھا۔ آپ کو اُن دنوں نفخ کی تکلیف تھی جس کی وجہ سے چند دنوں کے لئے حکیم نے علاج کے طور پر حُقہ پینا بتایا تھا۔ ہم نے حُقہ گھر میں دیکھا تو حُقہ پینے کا شوق ہوا۔ چنانچہ ہم دونوں

حُقہ لے کر بیٹھ گئے اور اتنا حُقہ پیا کہ مجھے بخار چڑھ گیا اور مجھے وہاں سے اُٹھا کر بستر پر لٹایا گیا۔ حضرت اماں جان نے ہمیں حُقہ پینے کی اجازت بچہ سمجھ کر دے دی اور خیال کیا کہ یونہی منہ میں لے کر چھوڑ دیں گے اور خود کسی گھر تشریف لے گئیں۔ مگر ہم کھیل کھیل میں ایک دوسرے کے مقابل پر شرطیں لگا کر حُقہ پیتے گئے یہاں تک کہ بخار چڑھ گیا۔

پس عام طور پر لوگ ایک دوسرے کی نقل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص چائے کی دکان پر بیٹھتا ہے تو دوسرا شخص اُسے دیکھ کر وہاں بیٹھ جاتا ہے اور سمجھتا ہے فلاں شخص یہاں بیٹھا ہے۔ میں بھی بیٹھ جاؤں تو کیا حرج ہے۔ پھر دو تین اَور آ جاتے ہیں وہ ان دونوں کو وہاں بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں تو وہ بھی وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر دس بیس اَور آ جاتے ہیں اور پہلے چار پانچ آدمیوں کو وہاں بیٹھے دیکھ کر وہ بھی بیٹھ جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے جلسہ گاہ سے کافی تعداد سامعین کی غائب ہو جاتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے ایک بادشاہ کے دربار میں صفائی کرنے کے لئے ایک خاکروبہ اور ایک خاکروب آیا کرتا تھا۔ اُس خاکروب اور خاکروبہ نے سؤر پال رکھے تھے۔ اتفاقاً سؤر کا ایک بچہ مر گیا۔ پالے ہوئے جانور سے انسان کو محبت ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ سؤر ہو یا کوئی اَور جانور۔ اُن کے لئے سؤر کا بچہ ایسا ہی تھا جیسے ہمارے لئے گھوڑا یا کوئی اَور جانور۔ دربار کی صفائی کرتے ہوئے خاکروبہ کو اُس سؤر کے بچے کا خیال آ گیا اور وہ دربار کی ایک دیوار کے ساتھ اپنا سر رکھ کر رونے لگ گئی۔ اتنے میں دربار کا ایک چپڑاسی آیا۔ اُس نے خاکروبہ کو روتے ہوئے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ خدانخواستہ اندر کوئی حادثہ ہو گیا ہے، مجھے پتا نہیں لگا۔ اگر کسی نے مجھے دیکھ لیا کہ میں رو نہیں رہا تو مجھ پر بے وفائی کا شبہ کر لیا جائے گا اِس لئے وہ بھی رونے لگ گیا۔ پھر ایک اَور چوب دار[1] آیا اُس نے کہا یہ دونوں رو رہے ہیں ضرور کوئی واقعہ ہوا ہے مجھے پتا نہیں لگا۔ اگر کوئی شخص آ گیا اور اس نے دیکھ لیا کہ میں رو نہیں رہا تو وہ خیال کرے گا کہ مجھے نواب صاحب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خیال کر کے وہ بھی مصنوعی طور پر رونے لگ گیا۔ پھر کلرک آئے انہوں نے بھی ان لوگوں کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا۔ پھر چھوٹے افسران آئے، درباری آئے اور وزراء آئے تو انہوں نے خیال کیا کہ ہمارا تو کام تھا کہ ہم ہر وقت خبر رکھیں۔ لیکن ہمیں اس حادثہ کا کوئی علم نہیں ہوا۔ ضرور کوئی بات

ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ رو رہے ہیں۔ اگر ہم نہ روئے تو ہم پر بے وفائی کا شبہ کر لیا جائے گا۔ یہ خیال کر کے وہ بھی رونے لگ گئے۔ بڑے آدمیوں نے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے آنکھوں پر رومال رکھ کر رونا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک بڑا وزیر آیا وہ کچھ عقلمند تھا۔ وہ رویا نہیں۔ اُس نے پاس والے وزیر سے دریافت کیا کہ کیا بات ہوئی ہے؟ اُس نے کہا مجھے تو علم نہیں۔ میرے پاس والے وزیر رو رہے تھے اس لئے میں بھی رونے لگ گیا۔ اُس نے کہا اس سے پوچھو کیا بات ہے؟ جب اُس نے اس سے پوچھا تو اُس نے کہا مجھے تو علم نہیں میرے ساتھ والا وزیر رو رہا تھا۔ آخر بات خاکروبہ پر پہنچی۔ اُس سے دریافت کیا گیا تو اُس نے بتایا کہ میرا سؤر کا بچہ مر گیا تھا مجھے وہ یاد آ گیا تو میں نے رونا شروع کر دیا۔

اب دیکھو! خاکروبہ نے سؤر پالا تھا۔ اُس کا بچہ مر گیا اور وہ محبت کی وجہ سے رونے لگ گئی۔ تو اُسے دیکھ کر سارا دربار رونے لگ گیا۔ اگر اُس وقت بادشاہ دربار میں آ جاتا تو سب کو معطل کر دیتا کہ تم میری بدخواہی چاہتے ہو۔ پس انسان میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ ایک شخص اگر کوئی کام کرتا ہے تو اُسے دیکھ کر دوسرا بھی وہی کام کرنے لگ جاتا ہے۔

پس میں جماعت کو متنبہ کر دیتا ہوں کہ جلسہ سالانہ پر وہ لوگ آئیں جو جلسہ گاہ میں بیٹھ کر تقاریر سنیں۔ اور جو لوگ تقاریر نہیں سن سکتے وہ جلسہ پر ہرگز نہ آئیں، ہرگز نہ آئیں۔ پھر دوست صرف اُن غیر از جماعت لوگوں کو ساتھ لائیں جن کو وہ جلسہ گاہ میں تقاریر کے دوران میں بٹھا سکتے ہیں۔ جو غیر از جماعت لوگ یہاں آ کر تقاریر نہیں سنتے وہ فساد کی نیت سے یہاں آتے ہیں حصولِ علم کے لئے نہیں آتے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیماریاں بھی ہوتی ہیں میں ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ جو لوگ یہاں آ کر بیمار ہو جائیں یا پہلے سے بیمار ہوں لیکن جلسہ پر اخلاص کی وجہ سے آ جائیں اور وہ جلسہ گاہ میں سارا وقت نہ بیٹھ سکیں تو وہ بازاروں میں نہ پھریں۔ دکانوں پر نہ بیٹھیں بلکہ اپنی بیرکوں یا اُن جگہوں میں بیٹھیں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

رمضان میں ہر سال یہ شور پڑتا ہے کہ بازاروں میں کھانے پینے کی دکانیں بند رہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ اگر کھانے پینے کی عام اجازت ہو تو بچوں اور دوسرے لوگوں کی نظر میں روزہ کی کوئی اہمیت نہ رہے۔ پس میں یہ نہیں کہتا کہ بیمار بھی جلسہ گاہ میں بیٹھیں۔ انہیں تندرست رکھنا ہمارا کام ہے۔ انہیں اپنی صحت کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ بے شک آرام کریں لیکن

انہیں یہ طریق اختیار نہیں کرنا چاہیے کہ وہ بازاروں میں جائیں اور دکانوں پر بیٹھیں۔ وہ جلسہ گاہ سے بے شک باہر چلے جائیں لیکن اپنی بَیرکوں اور بیٹھکوں میں بیٹھیں۔ اگر انہیں کوئی کرانک (Chronic) بیماری 2 ہے تو الگ بات ہے ورنہ ہمارا ڈاکٹر موجود ہوگا اُس کے پاس جا کر علاج کرانا چاہیے۔ بہرحال انہیں گھروں میں بیٹھنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ اُن کے بُرے نمونہ سے متاثر نہ ہوں۔

جماعت کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس میں ایک نظم پایا جاتا ہو۔ ہمارے ہاں تو ایک شخص بھی ایسا نہیں ہونا چاہیے جو تقاریر کے دوران جلسہ گاہ میں نہ بیٹھے۔ سوائے پہریداروں کے یا اُن لوگوں کے جو کھانا پکانے اور کھلانے پر مقرر ہوں۔ میں اُنہیں بھی کہوں گا کہ وہ اپنے فارغ وقت میں جلسہ گاہ میں بیٹھ کر تقاریر سنیں۔ لیکن اگر وہ ڈیوٹی کے لئے جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو دوسرے لوگوں کو اُن کی نقل نہیں کرنی چاہیے۔ آخر 39، 40 ہزار افراد کا کھانا پکانا آسان امر نہیں۔ 39، 40 ہزار افراد کے لئے بیسیوں نان پُز 3 ہوتے ہیں۔ بیسیوں پیڑے کرنے والے ہوتے ہیں، بیسیوں دیگیں پکانے والے باورچی ہوتے ہیں، سینکڑوں خدمت گار ہوتے ہیں۔ 39، 40 ہزار افراد کی خدمت کرنے والوں کی تعداد پانچ سات سو یا ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ ان لوگوں کو جلسہ گاہ سے اٹھنا پڑتا ہے، انہیں اپنی ڈیوٹیوں کے سلسلہ میں اِدھر اُدھر چلنا پھرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ جلسہ گاہ سے باہر نہ جائیں تو باقی لوگ بھی جلسہ نہ سن سکیں۔ لیکن یہ لوگ اس لئے ڈیوٹی پر رہتے ہیں تا باقی لوگ جلسہ سن سکیں اور بچے گُم نہ ہوں۔ یہ پہریدار ہی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے گم شدہ بچے مل جاتے ہیں۔

پچھلے جلسہ پر ایک دوست نے سنایا کہ وہ سڑک پر جا رہا تھا کہ دو عورتیں باتیں کرتی ہوئی پاس سے گزریں۔ ایک نے اپنے پاس والی عورت سے کہا تم اپنے بچہ کی پوری حفاظت نہیں کرتیں۔ ایسا نہ ہو وہ گم ہو جائے۔ اُس نے کہا تم پہلے سال یہاں آئی ہو میں کئی سال سے یہاں آ رہی ہوں یہاں کوئی بچہ گم نہیں ہوتا۔ جو گم ہوتا ہے لوگ پکڑ کر دے جاتے ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ ہمارے پہریدار ہوشیاری سے کام کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں تو بعض دفعہ دو دو دن کے بعد بھی بچے مل جاتے ہیں کیونکہ میں نے پہریداروں کو یہ ہدایت دی ہوئی ہے کہ اگر تم کسی کو بچہ اٹھائے لے جاتے دیکھو اور بچہ گھبرایا ہوا ہو یا وہ رو رہا ہو تو تم اُسے روک لو۔ اور اُس وقت تک

اُسے جانے نہ دو جب تک وہ اپنے آپ کو اُس بچہ کا باپ ثابت نہ کر دے۔ اگر کوئی شخص بچہ اٹھائے ہوئے لے جا رہا ہو تو اگر وہ شرارت سے ایسا کر رہا ہے تو بچے کی شکل سے ہی معلوم ہو جائے گا کہ اُٹھا کر لے جانے والے کا بچہ سے کوئی رشتہ نہیں۔ لازماً بچہ گھبرایا ہوا ہوگا۔ بے شک بعض دفعہ مٹھائی وغیرہ دے کر بھی بچوں کو چُپ کرا لیا جاتا ہے لیکن بچے گھبرائے ہوئے ضرور ہوتے ہیں اور اُن کے چہروں سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ شخص اُنہیں جبراً اٹھا کر لے جا رہا ہے۔ اِسی وجہ سے میں نے یہ مستقل ہدایت دی ہوئی ہے کہ جب بھی ایسا بچہ دیکھو اُس شخص کو دفتر میں لے جاؤ اور جب تک وہ اپنے آپ کو اُس بچہ کا باپ ثابت نہ کر دے اسے نہ چھوڑو۔ یہی وجہ ہے کہ چالیس سال سے جماعت کے اتنے بڑے جلسے ہو رہے ہیں لیکن ابھی تک خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ جلسہ کے موقع پر کوئی بچہ گم ہو گیا ہو۔ خدا تعالیٰ کرے کہ آئندہ بھی ایسا ہی ہو۔ پس اِن کاموں کے لئے بعض آدمیوں کو لگانا پڑتا ہے۔ دوسرے لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اگر یہ لوگ پھرتے ہیں تو اپنی ڈیوٹیوں کی وجہ سے پھرتے ہیں۔ اِنہیں اُن کی نقل کر کے جلسہ گاہ سے نہیں اٹھنا چاہیے۔ یہ لوگ جاگتے ہیں اس لئے کہ تم سوؤ۔ یہ لوگ چوکس رہتے ہیں اس لئے کہ تمہارے بچے گم نہ ہوں۔ اگر اُنہیں دیکھ کر تم ان کی نقل کرنے لگ جاتے ہو تو یہ ایک بُرا بدلہ ہے جو تم اُن کی خدمت کا دیتے ہو۔

پس باہر والے لوگ اگر جلسہ گاہ میں بیٹھ سکتے ہیں اور تقاریر سن سکتے ہیں تو وہ جلسہ سالانہ پر آئیں ورنہ نہ آئیں۔ اگر احمدی دوست جلسہ سالانہ کے موقع پر بعض غیر از جماعت لوگ ساتھ لاتے ہیں تو وہ پہلے یہ دیکھ لیں کہ آیا وہ ان چند دنوں کے لئے اُن پر کنٹرول کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اُن پر کنٹرول کر لیں گے تو انہیں ساتھ لائیں۔ اگر وہ پہلے سے بیمار ہیں لیکن شوق کی وجہ سے جلسہ سالانہ پر آ جاتے ہیں یا یہاں آ کر بیمار ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی بیٹھکوں اور بیرکوں میں لیٹ کر آرام کریں۔ بیمار ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جا کر علاج کرائیں۔ وہ بازاروں میں نہ پھریں، دکانوں پر نہ بیٹھیں کیونکہ وہ خود تو معذور ہیں لیکن دوسرے لوگ دیکھ کر اُن کی نقل کریں گے۔

پس میں باہر سے آنے والوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اِس سال اِس ارادہ کے ساتھ یہاں آئیں کہ وہ تقاریر پورے انہماک سے سنیں گے۔ اور جلسہ کے دوران میں اِدھر اُدھر

بازاروں میں نہ پھریں گے تا جماعت کے دوستوں کو جلسہ کے موقع پر تقاریر سننے کی عادت پڑ جائے اور ہمارا جلسہ جو کچھ عرصہ سے میلوں کا سا رنگ پکڑ رہا ہے پھر سے جلسہ کا رنگ اختیار کرلے۔ ہمارا جلسہ اپنے ساتھ بہت سی روحانی برکات رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں جاتا ہے اور وہاں یونہی بیٹھ رہتا ہے، عبادت نہیں کرتا تو کیا تم اُس کے اِس فعل کو عبادت کہو گے؟ اِس طرح جو لوگ جلسہ سالانہ پر مرکز میں آتے ہیں اگر وہ یہاں آکر جلسہ کی تقاریر سے پوری طرح مستفید نہیں ہوتے تو اُن کا یہاں آنا بھی کسی برکت کا موجب نہیں ہوگا۔ پس باہر سے آنے والوں اور یہاں کے مقامی لوگوں دونوں کو اپنی اصلاح کرلینی چاہیے۔

پچھلے جمعہ میں مَیں نے مقامی لوگوں کو نصیحت کی تھی کہ وہ اس سال ایک روٹی بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ یہ سخت مہنگائی کا زمانہ ہے۔ جو شخص جلسہ کے موقع پر ایک روٹی بھی ضائع کرتا ہے وہ جماعت سے غدّاری کرتا ہے۔ وہ اُن کارکنوں سے غدّاری کرتا ہے جن کو زیادہ اخراجات ہوجانے کی وجہ سے آئندہ تنخواہیں نہیں ملیں گی۔ وہ ربوہ کے دکانداروں سے غداری کرتا ہے جن کے کاروبار محض کارکنوں کو تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے تباہ ہوجائیں گے۔''

(الفضل 23 دسمبر 1952ء)

1: **چوب دار**: عصا بردار، نقیب۔ وہ نوکر جو سونے یا چاندی کا خول چڑھا ہوا عصا لے کر امیروں کے آگے آگے چلتا ہے۔

2: **کرانک بیماری**: پرانی بیماری

3: **نان پز**: نانبائی